ڈراما

ڈراما ادب کی ایک اہم صنف ہے۔اس کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں مگر اس کی ایک سادہ سی تعریف یہ ہے کہ ''ڈراما کسی قصّے یا واقعے کو اداکاروں کے ذریعے، ناظرین کے روبرو عملاً پیش کرنے کا نام ہے۔'' اس سے واضح ہوا کہ ڈراما ناول یا افسانے کی طرح صرف لکھنے یا پڑھے جانے تک محدود نہیں ہوتا اس کے لیے پیش کش ضروری ہے۔ یہ مکمل تب ہوتا ہے جب اسے عملاً اسٹیج پر پیش کر دیا جائے۔ ناول اور افسانے کی طرح ڈرامے میں بھی پلاٹ، کردار، مکالمہ اور کوئی نہ کوئی مرکزی خیال ہوتا ہے۔

ڈرامے کو دو حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ 1۔ المیہ (Tragedy) 2۔ طربیہ (Comedy)۔ ان دونوں عناصر یعنی الم و طرب کے امتزاج سے بھی ڈرامے لکھے گئے ہیں۔

اردو ڈرامے کی ابتدا 1844 سے 1855 کے دوران واجد علی شاہ کی ڈرامائی پیش کش اور امانت و مداری لال کی اندر سبھاؤں سے لکھنؤ میں ہوئی۔ مگر اسے عروج حاصل ہوا پارسی تھیٹر کے ڈراموں سے۔ جس زمانے میں لکھنؤ اور اس کے گرد و نواح میں اندر سبھاؤں کی دھوم مچی ہوئی تھی، اسی زمانے میں ممبئی میں مغربی اثرات کے تحت ایک نئے قسم کا ڈراما وجود میں آ رہا تھا جسے پارسی تھیٹر کا نام دیا گیا۔

پارسی تھیٹر کے ڈرامے ابتدائی اردو ڈراموں کی طرح منظوم ہوتے تھے۔ ان میں رقص، موسیقی اور گانوں کا استعمال بھی ویسا ہی تھا مگر پیش کش کا انداز ابتدائی ڈراموں سے مختلف تھا۔ اب اسٹیج کی پچھلی دیوار پر سینریوں والے پردے لگائے جانے لگے۔ ہر ذیلی سین پر بھی پردہ گرنے اور اٹھنے لگا۔ اسٹیج پر طرح طرح کی مشینوں کا استعمال ہونے لگا۔ مکالموں میں دھیرے دھیرے نثر کا استعمال بڑھا، گانے کم ہو گئے۔ فوق فطری واقعات اور کرداروں کے بجائے روز مرّہ زندگی کے واقعات اور مسائل ڈرامے کا موضوع بننے لگے۔

© NCERT not to be republished

ابراہیم یوسف

(2001-1925)

ابراہیم یوسف کی پیدائش بھوپال میں ہوئی۔ انھوں نے اُردو اور سیاسیات میں وکرم یونیورسٹی سے ایم اے اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے بی ایڈ کیا۔ ہائر سیکنڈری اسکول بھوپال کے پرنسپل کے عہدے سے سبک دوش ہوئے۔

’سوکھے درخت‘ ’طنزیہ ڈرامے‘، ’دھوئیں کے آنچل‘ اور ’پانچ چھے ڈرامے‘ ان کے ڈراموں کے مجموعے ہیں۔ انھوں نے ایک قدیم ڈراما ”صولتِ عالم گیری“ بھی ترتیب دیا ہے۔ ان کا ایک ناول ”آبلے اور منزلیں“ بھی شائع ہو چکا ہے۔ ادبی خدمات کے اعتراف میں ان کو اقبال سمّان، مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی کا میر تقی میر ایوارڈ اور غالب ایوارڈ سے نوازا گیا۔

’ہندی ادب کی تاریخ‘ اور ’اندرسبھا اور اندرسبھائیں‘ بھی ابراہیم یوسف کی مشہور تصانیف ہیں۔

© NCERT not to be republished

مرزا غالبؔ

کردار:

اُمراؤ بیگم	مرزا غالبؔ کی بیوی
کلّو	مرزا غالبؔ کا نوکر
وفادار	مرزا غالبؔ کی نوکرانی
کلیان	مرزا غالبؔ کا ملازم

(دو گورے اور ایک ہندوستانی، دو چار پڑوسی)

مرزا غالبؔ دالان میں ایک گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔ سامنے پیچوان رکھا ہے۔ چہرے سے پریشانی اور فکرمندی ظاہر ہورہی ہے۔ کبھی کبھی پیچوان سے کش لیتے ہیں۔ کچھ دیر بعد اُمراؤ بیگم دالان میں آتی ہیں۔ ان کے چہرے پر پریشانی کے ساتھ غصّہ بھی ہے۔ مرزا غالبؔ نظر اٹھا کر اُمراؤ بیگم کو دیکھتے ہیں۔

اُمراؤ بیگم : (جھنجھلاہٹ سے) ان صاحب زادوں نے تو ناک میں دم کر رکھا ہے۔ ایسی ضد کرتے ہیں کہ------

مرزا غالبؔ : (بات کاٹ کر) کیا مقدمہ درپیش ہے بیگم جو یوں آپے سے باہر ہوئی جارہی ہیں؟

اُمراؤ بیگم : کیا مقدمہ درپیش ہوگا، بس یہ ضد ہیں کہ میٹھا پانی پییں گے کل بارش کے وقت ایک گھڑا پانی جمع کیا تھا سو وہ آپ کے لیے رکھ چھوڑا ہے۔

مرزا غالبؔ : (مُسکرا کر) بیگم! وہ بارش ہی کا تو پانی ہے، آبِ زمزم تو نہیں۔

اُمراؤ بیگم : بس آپ کی انھیں ناز برداریوں نے تو انھیں ضدّی بنا دیا ہے۔

مرزا غالبؔ : اب وہ ہم سے ضد نہیں کریں گے تو اور کس سے کریں گے؟

اُمراؤ بیگم : لیکن ضد کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔

© NCERT not to be republished

مرزاغالبؔ : (بات ٹالنے کے انداز میں) ارے ہاں بیگم! نواب ضیاالدین احمد خاں نے آپ کے وظیفے کے روپے بھیجے کہ نہیں؟

امراؤ بیگم : جی ابھی تک نہیں۔

مرزاغالبؔ : ویسے تو وہ ہمیشہ روپے مقرّرہ وقت پر بھیجتے ہیں۔

امراؤ بیگم : جی ہاں اس بار جانے کیوں تاخیر ہوگئی۔

مرزاغالبؔ : وہ خود مجبور ہوں گے۔ شہر تو دوزخ کا نمونہ بنا ہوا ہے۔ اگر ایک دو روز میں روپیہ نہیں آیا تو بس اللہ ہی اللہ ہے۔

امراؤ بیگم : توشہ خانے میں بھی اب کچھ نہیں ہے۔ شام کی فکر الگ کھائے جا رہی ہے۔

مرزاغالبؔ : (مُسکرا کر) بیگم! آپ تو نفلی روزے ہی شروع کر دیں گی مگر میرا کیا ہوگا اور پھر صاحب زادے ہیں، ابھی تو اُن پر روزے بھی فرض نہیں ہیں۔

امراؤ بیگم : خدا کے لیے اس وقت تو تمسخر نہ کیجیے۔

مرزاغالبؔ : واللہ، بیگم سچ کہتا ہوں۔ خیر مجھے بھی جانے دیجیے، آخر گھر میں کلّو ہے، کلیان ہے، نیاز علی اور ایاز ہیں، اور وفادار ہیں، یہ کس پاداش میں بھوکے رہیں گے؟

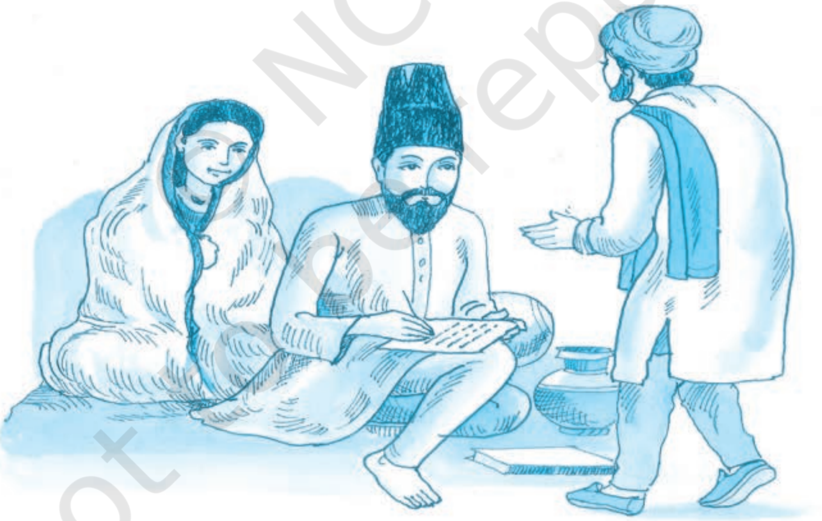

امراؤ بیگم : اب یہ لوگ بچّے نہیں کہ حالات نہ دیکھ رہے ہوں۔ (کلّو آتا ہے، امراؤ بیگم اسے دیکھ کر) یہ لیجیے وہ کلّو آ گیا۔

مرزاغالبؔ : (کلّو کی طرف دیکھ کر) کیوں میاں کلّو! کیا خبر لائے، شہر کا کیا حال ہے؟

کلّو : دھائیں دھائیں گولیاں چل رہی ہیں سرکار۔

مرزا غالبؔ	:	کچھ مرزا یوسف کی بھی خبر پائی؟
کلّو	:	سرکار! شہر میں تو ایک قیامتِ صغریٰ بپا ہے۔ میں نے بہت کوشش کی مگر مہاراجہ پٹیالہ کے آدمیوں نے دیوار کے دوسری جانب جانے ہی نہیں دیا۔
مرزا غالبؔ	:	مجھے اس کی فکر کھائے جا رہی ہے۔
امراؤ بیگم	:	جانے بے چارے کس حال میں ہیں۔
مرزا غالبؔ	:	(گھبرا کر) میاں کلّو! جا کر خبر لاؤ، آخر کیا ماجرا ہے؟
کلّو	:	سرکار! کچھ گورے دیوار پھاند کر اندر گھس آئے ہیں۔
مرزا غالبؔ	:	لاحول ولاقوۃ اِلاّ باللہ (امراؤ بیگم سے) آپ اندر جایئے، جانے کم بخت کیا فساد پیدا کریں۔ (مرزا غالبؔ برابر دالان میں ٹہلتے رہتے ہیں۔ کچھ دیر بعد دو تین گورے اور دو تین ہندوستانی سپاہی اندر آتے ہیں، ایک گورا مرزا غالبؔ کو دیکھ کر)
پہلا گورا	:	وِل! تم ہی مرزا نوشہ ہے؟
مرزا غالبؔ	:	ہاں میں ہی مرزا نوشہ ہوں۔
پہلا گورا	:	تم ہی بادشاہ کی غزلیں بناتا تھا؟
مرزا غالبؔ	:	ہاں، میں ہی یہ مزدوری کرتا تھا۔
دوسرا گورا	:	مزدوری کرتا تھا یا اس کا نوکر تھا؟
مرزا غالبؔ	:	اسے مزدوری سمجھو یا نوکری مگر اس فتنۂ آشوب میں، میں نے کسی مصلحت میں دخل نہیں دیا۔
دوسرا گورا	:	ہم کیسے جانیں کہ تم بادشاہِ دہلی کا وفادار نہیں؟
مرزا غالبؔ	:	نہ میں کالوں کے زمانے میں کہیں گیا اور نہ گوروں کے زمانے میں گھر سے باہر نکلا۔ کرنل برون صاحب کے زبانی حکم پر میری یہاں اقامت کا مدار ہے۔
پہلا گورا	:	پھر تم کو کرنل برون کے سامنے اپنی صفائی دینا ہوگی۔ (مرزا غالبؔ کچھ سوچتے ہوئے) کیا سوچتا ہے؟ تمھیں ضرور کرنل برون کے سامنے چلنا ہوگا۔
مرزا غالبؔ	:	خیر بھائی! چلتا ہوں۔ (آگے بڑھتے ہیں) چلیے۔

© NCERT not to be republished

(کلیان داخل ہوتا ہے۔ سر پر ایک بڑی سی چوٹی ہے اور دھوتی باندھے ہے۔ بغل میں کپڑے میں لپٹی ایک بوتل اور کاندھے پر ایک وزنی تھیلا ہے۔ تھیلا زمین پر رکھ کر کپڑے میں لپٹی بوتل اُس پر رکھتا ہے اور امراؤ بیگم کو دیکھ کر آنکھوں میں آنسو بھر کر)

کلیان : بیگم صاحبہ! ابھی میں نے دیکھا کہ سرکار کچھ گورے سپاہیوں کے ساتھ...... (آواز ڈھال ہوجاتی ہے۔ وہ خاموش ہوکر آستین سے آنسو پونچھتا ہے، امراؤ بیگم اس کی طرف دیکھ کر پریشانی کے لہجے میں)

امراؤ بیگم : بھئی تم لوگ مجھے دیوانہ بنا کر دم لوگے (چند سیکنڈ خاموش رہ کر) کدھر جا رہے تھے وہ لوگ؟

کلیان : حاجی قطب الدین سوداگر کے مکان کی طرف۔ وہیں کچھ گوروں کا کیمپ ہے۔

(امراؤ بیگم خاموش رہتی ہیں۔ تھوڑی دیر بعد مرزا غالبؔ چہرے پر پریشانی مگر ہونٹوں پر مُسکراہٹ لیے داخل ہوتے ہیں۔ مرزؔا کو دیکھ امراؤ بیگم کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں اور بے اختیار زبان سے نکلتا ہے۔)

امراؤ بیگم : میں پہلے شکرانے کا دوگانہ ادا کرلوں، پھر حاضر ہوتی ہوں۔

مرزا غالبؔ : دوگانہ بھی ادا کر لیجیے گا، اب سُنیے جب میں کرنل برون کے سامنے پیش ہوا تو اس نے کہا ''ول تم مسلمان ہے۔'' میں نے کہا آدھا۔ وہ مسکرایا اور باعزّت رہائی کا حکم دے دیا۔ اب فرمائیے پورے مسلمان کو یہ سعادت نصیب ہوتی؟''

امراؤ بیگم : (مُسکرا کر) آپ بھی کیسی باتیں کرتے ہیں۔ (امراؤ بیگم کچھ دیر خاموش رہ کر) کلیان خبر لایا ہے کہ میاں کالے صاحب کی حویلی کو گوروں نے ڈھا ڈالا۔

مرزا غالبؔ : (ٹھنڈی سانس بھرکر) ایک میاں کالے صاحب کی حویلی کا کیا رونا بیگم، سارا شہر کھنڈر ہے۔ اگر کوئی سیّاح آئے تو دریبہ، چاوڑی، اجمیری دروازے کا بازار، اردو بازار، بُلاقی بیگم کا کوچہ، خان دروازے کا بازار، گنتا پھرے اور کہے کہ اسی شہر کو دلّی والے'' عالم میں انتخاب'' کہتے تھے۔

امراؤ بیگم : مگر میاں کالے کی حویلی میں میں نے اپنے زیورات اور قیمتی پوشاکیں منتقل کر دی تھیں۔

مرزا غالبؔ : (امراؤ بیگم کا چہرہ غور سے دیکھ کر پریشانی کے لہجے میں) واللہ بیگم! آپ نے اس امر کی ہمیں اطلاع تک نہیں دی۔

امراؤ بیگم : میں نے سوچا کہ میاں کالے صاحب مذہبی آدمی ہیں، نہ ان سے باز پرس ہوگی اور نہ کسی قسم کی دارو گیر۔

(مرزا غالبؔ پریشان اور فکرمند بیٹھ جاتے ہیں۔ امراؤ بیگم اور وفادار آہستہ آہستہ چلی جاتی ہیں۔ کچھ دیر بعد

© NCERT not to be republished

(کلّو آتا ہے)

مرزا غالبؔ : (بے چینی سے) مرزا یوسف کی کچھ خبر لائے؟

کلّو : ماما اور ملازم کو پریشان کر رکھا ہے۔ جب گولیوں کی آواز سنتے ہیں گھر سے باہر تشریف لے آتے ہیں۔ کل رات کچھ گورے گھر میں گُھس آئے تھے۔

مرزا غالبؔ : خدا اس دیوانے کے حال پر رحم فرمائے۔ کوئی ناخوشگوار واقعہ تو پیش نہیں آیا؟

کلّو : ماما اور ملازم کے گڑگڑانے پر اور تو کچھ نہیں کیا مگر کچھ سامان ضرور اُٹھا لے گئے۔

مرزا غالبؔ : اس لوٹ کھسوٹ میں نہ بڑا بھائی بچا نہ چھوٹا۔

(مرزا یوسف کا نوکر گھبرایا ہوا آتا ہے۔ چہرے سے پریشانی اور وحشت طاری ہو رہی ہے مرزا غالبؔ کو دیکھ کر)

نوکر : حضور، سرکار ایک گورے کی گولی سے......

مرزا غالبؔ : (ٹھنڈی سانس بھر کر) شہید ہو گئے۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون (کچھ دیر بالکل خاموش کھڑے رہتے ہیں پھر نوکر کی طرف دیکھ کر)...........میاں! یہ واقعہ کیوں کر ہوا؟

نوکر : چند گورے گلی میں گھس آئے تھے۔ دھنا دھن گولیاں چلا رہے تھے۔ سرکار باہر جانے لگے۔ میں نے ہر چند روکا مگر مجھ بڈھے سے بے قابو ہو کر باہر نکل ہی گئے اور پھر ان کم بخت گوروں نے یہ نہ سوچا کہ دیوانے آدمی ہیں۔ دھائیں دھائیں گولیاں چلا دیں۔

(مرزا غالبؔ پریشانی کے عالم میں دالان میں ٹہلنے لگتے ہیں۔ کلّو کچھ دیر بعد)

کلّو : میں جا کر کچھ محلے والوں کو جمع کرتا ہوں کہ------

مرزا غالبؔ : مگر آئے گا کون۔ واقعہ سخت ہے اور جان عزیز۔

(ایک سپاہی اور چند لوگ آتے ہیں)

پہلا شخص : مرزا غالبؔ! ہمیں افسوس ہے کہ......خدا اس شہید کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔

مرزا غالبؔ : میاں! آپ حضرات تشریف لائے۔ میری عزّت بڑھائی، یہ بہت ہے مگر------

دوسرا شخص : آپ فکر نہ فرمائیں، ہم سے جو کچھ بن سکے گا، حتی المقدور اس میں کوتاہی نہ کریں گے۔

مرزا غالبؔ : خدا آپ کو اس کا اجر دے گا۔ مرزا یوسف تو دیوانہ تھا مگر میں تو ہوش و حواس میں ہوں۔ یہ کیوں کر ممکن ہے کہ

© NCERT not to be republished

میں آپ کے ساتھ نہ چلوں۔

دوسرا شخص : آپ کا گھر سے نکلنا مصلحتِ وقت نہیں ہے۔ آپ تشریف رکھیے اور ہمیں اجازت دیجیے۔

مرزا غالبؔ : مگر یہاں اس وقت غسّال اور گورکن کا کہاں سے انتظام ہوگا۔

پہلا شخص : یہ فرائض تو ہم خود ہی انجام دے لیں گے، مگر بزاز کا اس وقت ملنا واقعی امرِ محال ہے۔

مرزا غالبؔ : (کلّو کی طرف دیکھ کر) میاں کلّو! بیگم سے کہو گھر سے سفید چادریں دے دیں۔

(کلّو گھر کے اندر چلا جاتا ہے۔ مرزا غالبؔ سب کی طرف دیکھ کر) واللہ حضرات! آپ مجھ پر وہ احسانِ عظیم فرما رہے ہیں کہ تا زندگی میں فراموش نہ کر سکوں گا۔

پہلا شخص : حضرت آپ کیا فرما رہے ہیں۔ کیا ہم آپ کے مرتبے سے واقف نہیں اور پھر حق ہمسائگی بھی کوئی چیز ہے۔ ہم آپ کے ان احسانوں کو کیوں کر فراموش کر سکتے ہیں جو آپ ہم پر فرماتے رہے ہیں۔

(کلّو چادریں لے کر آتا ہے۔ مرزا غالبؔ چادروں کو دیکھ کر)

مرزا غالبؔ : مرزا یوسف سے کہنا کہ تیرا بھی کوئی بھائی تھا۔ جب موت آئے گی تو تیرے پاس آ رہوں گا۔ اپنی بے کسی اور مجبوری کی تجھ سے داد چاہوں گا۔ (سب کی طرف دیکھ کر)

حضرات خدا حافظ۔

(سب لوگ آہستہ آہستہ گردن جھکائے چلے جاتے ہیں۔ مرزا غالبؔ تنہا کھڑے رہ جاتے ہیں۔ کچھ دیر بعد امراؤ بیگم آہستہ آہستہ آتی ہیں۔ ان کی آنکھوں میں آنسو ہیں۔ مرزا غالبؔ اُنھیں دیکھ کر) آپ کی آنکھوں میں آنسو! بیگم نہ یہ شکر کا مقام نہ شکایت کا۔ غالبؔ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ شعر کس قدر حسبِ حال ہے۔

ہو چکیں غالبؔ بلائیں سب تمام   ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

(گاؤ تکیے سے لگ کر بیٹھ جاتے ہیں اور خلا، میں گھورتے ہوئے)

''اے مرگِ ناگہاں تجھے کیا انتظار ہے''۔

(پردہ)

(ابراہیم یوسفؔ)

مشق

سوالات

1۔ کلّو نے شہر کا کیا حال بیان کیا؟

2۔ نوکر نے مرزا یوسف کے حالات کس طرح بیان کیے؟

3۔ دلّی کو عالم میں انتخاب کہنے پر غالبؔ نے مذاق کیوں اڑایا تھا؟

4۔ مرزا یوسف کی موت پر غالبؔ کو کن کن پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا؟

© NCERT not to be republished